حقیقت ومجازِ قرآن (۲)

حافظ محمد زبیر☆

⑳ ایک صیغہ کو دوسرے صیغہ کے مقام پر رکھنا: اس کی کئی اقسام ہیں:

مصدر کا اطلاق فاعل پر ہو' مثلاً:

﴿فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ﴾ (الشعراء:۷۷)

''بے شک وہ سب میرے دشمن ہیں''

© rasailojaraid.com

اس آیت مبارکہ میں 'عَدُوٌّ' مصدر ہے جس کا معنی 'زیادتی کرنا' ہے' جبکہ اس سے مراد فاعل یعنی 'زیادتی کرنے والے' ہے۔

مصدر کا اطلاق مفعول پر ہو' مثلاً:

﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ﴾ (البقرة:۲۵۵)

''اور وہ اللہ تعالیٰ کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے''۔

اس آیت مبارکہ میں 'علم' مصدر ہے جس کا معنی 'جاننا' ہے اور اس سے مراد مفعول یعنی 'معلومات' ہے۔

اسی طرح ﴿صُنْعَ اللّٰهِ﴾ (النمل:۸۸) میں 'صُنْع' سے مراد مصنوع ہے' اور ﴿وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ﴾ (یوسف:۱۸) میں 'كَذِبٍ' سے مراد 'مَكْذُوْب فِيْهِ' ہے۔

اسم مقول کا اطلاق قول پر ہو' مثلاً:

﴿فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا﴾ (الاحزاب:۶۹)

''پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بری قرار دیا اس سے جو بنو اسرائیل نے کہا''۔

اسم بشریٰ کا اطلاق مبشر بہ پر ہو' مثلاً:

﴿بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ﴾ (الحدید:۱۲)

☆ ریسرچ فیلو' شعبہ تحقیق اسلامی' قرآن اکیڈمی لاہور

© rasailojaraid.com

''تمہاری خوشخبری آج کے دن باغات ہیں''۔

اسم ہویٰ کا اطلاق مہوی پر ہو' مثلاً:

﴿وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى﴾ (النّٰزعٰت)

''اور اس نے روکا اپنے نفس کو خواہش سے''۔

اسم کا اطلاق مسمی پر ہو' مثلاً:

﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ﴾ (یوسف: ٤٠)

''نہیں تم عبادت کرتے اللہ کے سوا مگر چند ناموں کی جو نام تم نے ان کو دے دیے ہیں''۔

اس آیت میں 'اَسْمَآءً' سے مراد مسمیات یعنی معبودان باطلہ ہیں۔ اسی طرح ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ (الاعلیٰ) میں بھی 'اِسْمَ' سے مراد مسمی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اسم فاعل کا اطلاق مصدر پر ہو' مثلاً:

﴿لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾ (الواقعۃ)

''نہیں ہے اس قیامت کے واقع ہونے کو کوئی جھٹلانے والی''۔

اس آیت مبارکہ میں اسم فاعل 'كَاذِبَةٌ' سے مراد مصدر 'تکذیب' ہے۔

اسم مفعول کا اطلاق مصدر پر ہو' مثلاً:

﴿بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ﴾ (القلم)

''تم میں سے کون آزمایا گیا (یعنی آزمائش) ہے؟''

اس آیت میں اسم مفعول 'اَلْمَفْتُوْنُ' سے مراد 'فِتْنَة' ہے جبکہ 'با' زائدہ ہے۔

اسم فاعل کا اطلاق اسم مفعول پر ہو' مثلاً:

﴿ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ﴾ (الطارق)

''وہ (یعنی انسان) پیدا کیا گیا ہے اچھالے گئے پانی سے''۔

اس آیت میں اسم فاعل 'دَافِقٍ' سے مراد اسم مفعول 'مَدْفُوْقٍ' ہے' اسی طرح ﴿جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا﴾ (العنکبوت: ٦٧) میں 'اٰمِنًا' سے مراد 'مَاْمُوْنًا فِيْهِ' ہے۔ اسی طرح ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾ (ھود: ٤٣) میں 'عَاصِم' سے مراد 'مَعْصُوْم' ہے۔

اسم مفعول کا اطلاق اسم فاعل پر ہو' مثلاً:

﴿اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا﴾ (مریم)

© rasailojaraid

''بے شک وہ اس کا وعدہ آنے والا ہے''۔

اس آیت میں اسم مفعول 'مَاْتِیًّا' سے مراد 'اٰتِیًا' ہے۔ اسی طرح ﴿حِجَابًا مَّسْتُوْرًا﴾ (الاسراء:٤٥) میں 'مَسْتُوْرًا' سے مراد 'سَاتِرًا' ہے۔

اسم فعیل کا اطلاق اسم مفعول پر ہو' مثلاً:

﴿وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا﴾ (الفرقان)

''اور کافر اپنے رب کے بالمقابل مدد کیا گیا ہے''۔

اس آیت میں 'ظَهِيْر' اسم مفعول کے معنی میں ہے' یعنی کافر اپنے رب کے بالمقابل مدد کیا گیا ہے شیطان کی طرف سے۔

مفرد کا اطلاق مثنیٰ پر ہو' مثلاً:

﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ﴾ (التوبة:٦٢)

''اور اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اس کو راضی کریں''۔

اس آیت میں 'احق' مفرد ہے جبکہ اس سے مراد مثنیٰ یعنی اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہیں۔

مفرد کا اطلاق جمع پر ہو' مثلاً:

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ﴾ (العصر)

''بے شک تمام انسان البتہ خسارے میں ہیں''۔

اس آیت میں 'الانسان' سے مراد تمام انسان ہیں۔

مثنیٰ کا اطلاق مفرد پر ہو' مثلاً:

﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ﴾ (ق:٢٤)

''تم ڈال دو (اس کو) جہنم میں''۔

اس آیت میں 'اَلْقِيَا' سے مراد 'اَلْقِ' ہے۔ اسی طرح ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾ (الرحمٰن) میں بعض علماء کے نزدیک 'مِنْهُمَا' یعنی دریائے شیریں اور دریائے شور سے مراد 'منه' یعنی دریائے شور ہے' کیونکہ ان علماء کے نزدیک دونوں قسم کے موتی ایک ہی دریا (شور) سے نکلتے ہیں۔ اسی طرح ﴿جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا﴾ (نوح:١٦) میں بعض علماء کا کہنا ہے کہ 'فِيْهِنَّ' سے مراد 'فِيْ اِحْدَاهُنَّ' ہے۔ اسی طرح ﴿نَسِيَا حُوْتَهُمَا﴾ (الکھف:٦١) میں بھی 'نَسِيَا' سے مراد ایک ہی ہے اگرچہ صیغہ تثنیہ کا ہے' کیونکہ بھولنے والے صرف حضرت یوشع تھے۔ فراء

© rasailojaraid.com

نے ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ (الرحمٰن) کو بھی اسی نوع میں شمار کیا ہے۔

مثنیٰ کا اطلاق جمع پر ہو' مثلاً:

﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ﴾ (الملك:٤)

''پھر تم لوٹاؤ (اپنی) نگاہ کو کئی بار''۔

اس آیت میں 'كَرَّتَيْنِ' سے مراد 'كَرّات' ہے' کیونکہ صرف دو دفعہ سے نگاہ نہیں تھکتی۔ بعض علماء نے ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ (البقرة:٢٢٩) کو بھی اسی نوع میں شمار کیا ہے۔

جمع کا اطلاق مفرد پر ہو' مثلاً:

﴿قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾ (المؤمنون)

''وہ کہے گا اے میرے رب مجھے لوٹائیں''۔

اس آیت میں 'ارْجِعُوْنِ' سے مراد 'اِرْجِعْ' ہے۔ اسی طرح ﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ (آل عمران:٣٩) بھی اسی کی مثال ہے۔ اسی طرح ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ﴾ (النحل:٢) کو بھی بعض نے اس میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح ﴿وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ﴾ (البقرة:٧٢) بھی اسی کی مثال ہے' کیونکہ قاتل ایک تھا۔ ابن فارس نے ﴿بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ (النمل) کو بھی اس میں شمار کیا ہے' کیونکہ بعد میں حضرت سلیمانؑ کا قول ﴿اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ﴾ (النمل:٣٧) نقل ہوا ہے۔ لیکن یہ محل نظر ہے' کیونکہ حضرت سلیمانؑ کا یہ خطاب وفد کے سربراہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

جمع کا اطلاق مثنیٰ پر ہو' مثلاً:

﴿قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ﴾ (حٰمٓ السجدة)

''ان دونوں نے کہا ہم اطاعت کرتے ہوئے آئے ہیں''۔

اس آیت میں 'طَآئِعِيْنَ' جمع سے مراد 'طَائِعَيْنِ' تثنیہ ہے۔ اسی طرح ﴿قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ﴾ (صٓ:٢٢) میں 'بَعْضُنَا' دو کے لیے ہے۔ اسی طرح ﴿فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ﴾ (النساء:١١) میں 'اِخْوَةٌ' جمع سے مراد کم از کم دو ہیں۔ اسی طرح ﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ ... وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ﴾ (الانبیاء) میں 'هُمْ' ضمیر سے مراد دو ہیں۔

ماضی کا اطلاق مستقبل پر ہو' تاکہ وقوع ثابت اور یقینی ہو' مثلاً:

﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ﴾ (النحل:١)

© rasailojaraid.com

''اللہ کا حکم آ ئے گا''۔

اس آیت میں 'اَمْرُ اللّٰہِ' سے مراد قیامت ہے اور 'اَتٰی' سے مراد 'یَاْتِیْ' ہے ۔اسی طرح ﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ﴾ (الزمر:٦٨) اور ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ﴾(المائدۃ:١١٦) اور ﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ جَمِیْعًا﴾(ابراھیم:٢١) اور ﴿وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ﴾(الاعراف:٤٨) بھی اسی نوع کی مثالیں ہیں۔

مستقبل کا اطلاق ماضی پر ہوتا کہ دوام اور استمرار کا فائدہ دے' مثلاً:

﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْکِ سُلَیْمٰنَ﴾ (البقرۃ:١٠٢)

''اور انہوں نے پیروی کی اس کی جو کہ شیاطین حضرت سلیمانؑ کی بادشاہت میں پڑھتے تھے''۔

اس آیت میں 'تَتْلُوْا' مضارع کا صیغہ ماضی کے معنی میں ہے۔اسی طرح ﴿فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِیَآءَ اللّٰہِ﴾(البقرۃ:٩١) اور ﴿فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾(البقرۃ:٨٧) اور ﴿وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا﴾(الرعد:٤٣) بھی اسی کی مثالیں ہیں۔بعض نے ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ﴾(البقرۃ:٤٤) کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔

اسم الفاعل کا اطلاق مستقبل پر ہو حالانکہ اس کا ترجمہ حال کا ہوتا ہے' مثلاً:

﴿وَاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ﴾ (الذّٰریٰت)

''اور بے شک بدلے کا دن واقع ہوگا''۔

اسم مفعول کا اطلاق مستقبل پر ہو حالانکہ اس کا ترجمہ حال کا ہوتا ہے' مثلاً:

﴿ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ﴾ (ھود:١٠٣)

''یہ دن ہے' اس کے لیے لوگوں کو جمع کیا جائے گا''۔

خبر کا اطلاق طلب پر ہو' مثلاً:

﴿وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ﴾ (البقرۃ:٢٣٣)

''اور مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں''۔

اس آیت میں 'یُرْضِعْنَ' مضارع کا صیغہ امر کے معنی میں ہے۔ اسی طرح

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ﴾(البقرۃ:۲۲۸) اور ﴿وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ:۲۷۲) بھی اس کی مثالیں ہیں۔ بعض علماء نے ﴿لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ (الواقعۃ) کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ اور ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ﴾(البقرۃ:۸۳) بھی اسی کی مثال ہے۔

طلب کا اطلاق خبر پر ہو' مثلاً:

﴿اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ﴾ (العنکبوت:۱۲)

''تم ہمارے راستے کی پیروی کرو' ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے''۔

اس آیت میں 'وَلْنَحْمِلْ' طلب کا صیغہ خبر کے معنی میں ہے۔ اس کی دلیل ﴿وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾(العنکبوت:۱۲) ہے' کیونکہ 'کذب' خبر میں ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح ﴿فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا﴾(مریم:۷۵) میں بھی طلب بمعنی خبر ہے۔ بعض علماء نے ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ﴾(یوسف:۹۲) کو بھی اس میں شمار کیا ہے۔

ندا کو تعجب کے موقع پر رکھنا' مثلاً:

﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ﴾ (یٰسٓ:۳۰)

ندا اشخاص کی ہوتی ہے اور حسرت کی نہیں ہو سکتی' اس لیے یہ ندا نہیں تعجب ہے۔ اس آیت کے بارے میں فراء نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے 'فیا لھا حسرۃ'۔

جمع قلت کا اطلاق جمع کثرت پر ہو' مثلاً:

﴿وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾ (سبا)

''اور وہ لوگ بالا خانوں میں امن والے ہوں گے''۔

اس آیت میں 'غُرُفَاتٍ' جمع قلت ہے اور جمع قلت وہ ہوتی ہے جو کہ تین سے لے کر دس تک بولی جائے۔ ﴿هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ﴾(آل عمران:۱۶۳) اور ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ﴾ (الزمر:۴۲) اور ﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾(البقرۃ:۱۸۴) بھی اس کی مثالیں ہیں' کیونکہ 'دَرَجَات' اور 'اَنْفُس' اور 'مَعْدُوْدَات' جمع قلت ہیں لیکن ان سے مراد کثرت ہے۔

جمع قلت پر جمع کثرت کا اطلاق' مثلاً:

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۗءٍ﴾ (البقرۃ:۲۲۸)

''اور مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں''۔

© rasailojaraid.com

اس آیت میں 'قُرُوْءٍ' جمع کثرت ہے' حالانکہ بات تین حیض کی ہو رہی ہے اور تین حیض جمع قلت ہے۔

اسم مؤنث کو مذکر بنانا' مثلاً:

﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ (البقرۃ:۲۷۵)

''پس جس کے پاس آ گئی اس کے ربّ کی طرف سے کوئی نصیحت''۔

اس آیت میں 'مَوْعِظَةٌ' مؤنث کو فعل 'جَآءَ' کے ساتھ مذکر بنایا گیا ہے۔ ﴿وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا﴾ (ق:۱۱) میں 'مَيْتًا' اور ﴿فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ﴾ (الانعام:۷۸) میں 'هٰذَا' اور ﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (الاعراف) میں 'قَرِيْبٌ' بھی اس کی مثالیں ہیں۔

مذکر کو مؤنث بنانا' مثلاً:

﴿الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (المؤمنون)

''جو لوگ (جنت) فردوس کے وارث بنیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

اس آیت میں 'اَلْفِرْدَوْس' مذکر کو 'ھا' ضمیر کے ساتھ مؤنث بنایا گیا ہے۔ اسی طرح ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (الانعام:۱۶۰) میں 'عشر' کو مذکر لایا گیا حالانکہ قواعد کے مطابق اس کو 'عشرۃ' ہونا چاہیے' کیونکہ 'امثال' مذکر ہے۔

تغلیب یعنی ایک شے کو اس کے غیر کا حکم دینا' یا دو اَمروں میں ایک امر کو دوسرے پر ترجیح دینا' یا ایک ہی لفظ کا راجح اور مرجح دونوں پر معاً اطلاق کرنا۔ اس طرح گویا دو مختلف چیزوں کو دو متفق اشیاء کے قائم مقام کیا گیا ہو' مثلاً:

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ﴾ (الانعام:۱۳۲)

''اور ہر ایک کے لیے درجات ہیں''۔

اس آیت میں کافر اور مؤمن دونوں کے لیے 'درجات' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے حالانکہ 'درجات' کا لفظ بلندی کے لیے بولا جاتا ہے اور پستی کے لیے 'درکات' کا لفظ ہے لیکن یہاں تغلیباً 'درجات' کا لفظ کفار کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح ﴿وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾ (التحریم:۱۲) اور ﴿كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ (العنکبوت:۳۲) بھی اسی کی مثالیں ہیں۔ اسی طرح ﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾ (النمل) اور ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

﴿السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾(الرعد:١٥)اور ﴿اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا﴾(الاعراف:٨٨)اور ﴿اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِکُمْ﴾(الاعراف:٨٩) اور ﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِیْسَ﴾ (الحجر:٣٠'٣١) بھی اس کی مثالیں ہیں۔ اسی طرح ﴿یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ﴾(الزخرف:٣٨) میں مغرب کو مشرق اس لیے کہا کہ وہ زیادہ مشہور ہے۔

تضمین یعنی ایک شے کو دوسری شے کے معنی عطا کیے جائیں۔ یہ حروف' اسماء اور افعال میں ہوتی ہے۔ اگر ایک فعل دوسرے فعل کے معنی کو متضمن ہوگا تو اس میں ایک ساتھ دونوں فعلوں کے معنی پائیں جائیں گے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی فعل کو ایسے حرف کے ساتھ متعدی کیا جائے کہ وہ اس حرف کے ساتھ عادتاً متعدی ہو کر نہ آتا ہو تو ایسی صورت میں وہ فعل اپنی یا اس حرف کی تاویل کا محتاج ہوگا تاکہ اس کا اس حرف کے ساتھ تعدیہ صحیح ہو سکے۔ اگر فعل کی تاویل کی جائے تو فعل کی تضمین ہوگی اور اگر حرف کی تاویل کی جائے تو حرف کی تضمین ہو گی۔ اس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں کس کی تضمین ادنیٰ ہے۔ اہل لغت اور نحویوں کا قول ہے کہ گنجائش حروف میں پائی جاتی ہے' یعنی ان کی تضمین کر لی جائے' جبکہ محققین کا قول ہے کہ فعل میں توسع ہے لہٰذا اس کی تضمین کی جائے گی' کیونکہ فعل میں تضمین کثرت سے پائی جاتی ہے۔ تضمین کی مثال درج ذیل ہے:

﴿عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا عِبَادُ اللّٰہِ﴾ (الدھر:٦)

''ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے''۔

فعل 'یَشْرَبُ' کا تعدیہ 'مِنْ' کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ اس آیت میں یہ حرف 'باء' کے ساتھ متعدی اس اعتبار سے ہوگا کہ اس کو 'یتلذذ' یا 'یروی' کے معنی میں لیا جائے' کیونکہ یہ دونوں 'باء' کے ساتھ متعدی ہو جاتے ہیں' یا پھر حرف 'باء' کو حرف 'مِن' کے معنی میں متضمن کیا جائے گا۔ اسی طرح ﴿اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ﴾(البقرۃ:١٨٧) میں 'الرَّفَثُ' کو 'اِلٰی' کے ساتھ متعدی اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک اس کو 'افضاء' کے معنی میں نہ لیا جائے۔

اسماء میں تضمین یہ ہے کہ دونوں اسموں کے معنی کا ایک ساتھ فائدہ دینے کے لیے ایک اسم دوسرے اسم کے معنی کو متضمن ہو' مثلاً ﴿حَقِیْقٌ عَلٰٓی اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ﴾ (الاعراف:١٠٥) میں 'حَقِیْقٌ' حریص کے معنی کو متضمن ہے' یہ ذہن میں رہے کہ لفظ کی وضع

© rasailojaraid.com

حقیقت اور مجاز دونوں کے واسطے ایک ساتھ نہیں ہوئی لہٰذا ان دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنا بھی مجاز ہی ہے۔

اس کے علاوہ بعض علماء نے مجاز کی بعض دوسری اقسام بھی بیان کی ہیں‘ مثلاً حروف جر کا استعمال ان کے غیر حقیقی معنوں میں اور غیر وجوب، کے لیے صیغہ اِفعل اور غیر تحریم کے لیے صیغہ لَا تَفْعَلْ اور ادواتِ تمنی‘ ترجی‘ نداء کا استعمال ان کے ماسوا امور کے لیے اور ادواتِ استفہام کا استعمال غیر تصور اور تصدیق کے لیے‘ وغیرہ۔

حقیقت و مجاز کی بعض اختلافی اقسام

چھ اقسام ایسی ہیں کہ ان کے حقیقت یا مجاز ہونے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ یہ اقسام درج ذیل ہیں:

© rasailojaraid.com

۱) حذف:

یہ مجاز کی ایک معروف قسم ہے۔ بعض علماء نے اس کے مجاز ہونے کا انکار کیا ہے‘ کیونکہ مجاز کی تعریف ہے کہ کسی لفظ کو اس کے موضوع لہ معنی (یعنی جس کے لیے وہ وضع کیا گیا ہے) کے علاوہ کسی اور معنی میں استعمال کرنا‘ جبکہ حذف میں ایسا نہیں ہوتا۔

علامہ ابن عطیہؒ نے کہا ہے کہ مضاف کا حذف عین مجاز ہے جبکہ ہر ایک حذف مجاز نہیں ہوتا۔ اسی طرح فراء کا کہنا ہے کہ حذف کی چار اقسام ہیں:

پہلی قسم یہ کہ جس پر لفظ اور اس کے معنی کی صحت ’من حیث الاسناد‘ موقوف ہو‘ مثلاً: ﴿وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ﴾ (یوسف:۸۲) میں ’اَھْل‘ محذوف ہے کیونکہ ’قَرْيَة‘ کی طرف سوال کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے‘ بلکہ یہاں پر سوال کی نسبت محذوف ’اھل‘ کی طرف ہوگی۔ حذف کی صرف اسی قسم کو ابن عطیہ مجاز کہتے ہیں۔

امام زنجانیؒ نے لکھا ہے کہ حذف اس وقت مجاز ہوگا جب کہ اس سے کوئی حکم بدل گیا ہو ورنہ اگر کسی جگہ حذف سے حکم تبدیل نہ ہو تو یہ حذف مجاز نہ ہوگا۔

امام قزوینیؒ نے لکھا ہے جب حذف کی وجہ سے کلمہ کا اعراب تبدیل ہو جائے تو وہ مجاز ہو گا اور اگر حذف سے کلمہ کا اعراب تبدیل نہ ہو تو وہ مجاز نہ ہوگا۔

۲) تاکید:

بہت سے علماء نے تاکید کو مجاز کہا ہے‘ جبکہ امام سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ صحیح رائے یہی ہے کہ

© rasailojaraid.com

یہ حقیقت ہے۔

۳) تشبیہ:

علماء کی ایک جماعت نے اسے مجاز کہا ہے' جبکہ امام سیوطیؒ کا کہنا ہے کہ صحیح رائے کے مطابق یہ حقیقت ہے۔ شیخ عزالدین کا کہنا ہے کہ اگر تشبیہ کسی حرف کے ساتھ ہو تو یہ حقیقت ہو گی اور اگر حرف تشبیہ محذوف ہو تو یہ مجاز ہوگا' کیونکہ حذف مجاز کی ایک قسم ہے۔

۴) کنایہ:

کنایہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی لفظ بول کر اس کا لازم معنی مراد لیا جائے' مثلاً ﴿اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾ (النساء: ٤٣) میں 'الْغَآئِطِ' کا لفظ بیت الخلاء کے لیے کنایہ ہے۔ اس کے بارے میں چار اقوال ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ یہ حقیقت ہے۔ ابن عبدالسلامؒ کا یہی قول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مجاز ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ نہ حقیقت ہے نہ مجاز۔

چوتھا قول امام سبکیؒ کا ہے کہ کنایہ بعض اوقات حقیقت ہوتا ہے اور بعض اوقات مجاز۔

۵) تقدیم و تاخیر:

علماء کی ایک جماعت نے کلام میں تقدیم و تاخیر (مثلاً مفعول کا مقدم ہو جانا یا فاعل کا مؤخر ہو جانا وغیرہ) کو بھی مجاز کہا ہے۔ لیکن امام زرکشیؒ کا کہنا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ مجاز کی قسم نہیں ہے۔

۶) التفات:

التفات کا معنی ہے کسی کلام کو ایک اسلوب سے کسی دوسرے اسلوب کی طرف نقل کر دینا' مثلاً تکلم سے خطاب کی طرف ملتفت ہونا۔ امام سبکیؒ نے لکھا ہے کہ میں نے کسی شخص کو بھی نہیں دیکھا کہ جس نے 'التفات' کے حقیقت یا مجاز ہونے کی نسبت سے کوئی بات کی ہو' لیکن میرے خیال میں یہ حقیقت ہی ہے۔

شرعی اصطلاحات مثلاً صلوٰۃ' زکوٰۃ' صیام اور حج وغیرہ کے الفاظ جب قرآن میں استعمال ہوتے ہیں تو ان کے شرعی معنی حقیقی معنی کہلائیں گے' جبکہ ان اصطلاحات کے لغوی معنی مجازی معنی ہوں گے۔

❁❁❁

© rasailojaraid.com